ایسا بھی ہوتا ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ فون 2329

وہ نوکری کی تلاش میں اس طرح پھرتا رہا' جیسے ابن بطوطہ سیاحت کے شوق میں۔ پاکستان میں شاید ہی کوئی محکمہ ایسا ہو' جہاں اس نے نوکری کے لیے درخواست نہ دی ہو۔ اس نے نوکری کے لیے جو درخواستیں دی تھیں' اگر ان درخواستوں کو اکٹھا کیا جاتا اور ان کا وزن کیا جاتا تو درخواستوں کا مجموعی وزن اس کے اپنے وزن سے زیادہ ہوتا۔ نوکری کی تلاش میں اس کے جوتے اور دماغ دونوں گھس چکے تھے اور اس کی سوچ پٹ چکی تھی۔ جہاں نوکری کا اشتہار آتا' وہ نوکری کے پیچھے یوں بھاگتا' جیسے بلی چوہے کے پیچھے بھاگتی ہے لیکن ہمیشہ نوکری کا چوہا اسے جل دے کر بھاگ جاتا۔ نوکری کی نیلم پری تک پہنچنے کے لیے اس کے پاس رشوت اور سفارش کے طلسماتی چراغ نہیں تھے۔ وہ نوکری کی درخواست دینے کے بعد نوکری کا انتظار یوں کرتا' جیسے کوئی مشرقی شاعر اپنے محبوب کا انتظار کرتا ہے۔ نوکری کے انگور اونچے ہونے کے باوجود وہ لومڑی کی طرح انگوروں پر جھپٹتا رہا لیکن بار بار کی ناکامی کے باوجود اس نے کبھی بھی انگوروں کو کھٹا نہ کہا۔

ایک دن اس نے اخبار میں اشتہار پڑھا کہ واپڈا میں اسسٹنٹ کی آسامیاں خالی ہیں۔ اس نے جھٹ درخواست لکھی اور درخواست دینے کے لیے چل پڑا۔ راستے میں اسے اس کا بے تکلف دوست مقبول ملا' جو اس کا کلاس فیلو بھی تھا اور ایک بینک میں ملازم تھا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ "منیر حسین کہاں جا رہے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "نوکری کے لیے واپڈا میں درخواست دینے جا رہا ہوں"۔ اس کے دوست مقبول نے بھی اخبار میں وہ اشتہار پڑھا تھا۔ اس نے اس سے کہا کہ "درخواست دینے کے بعد شام کو میرے پاس گھر آنا۔ میں نے تم سے ایک انتہائی ضروری بات کرنی ہے"۔ وہ شام کو مقبول کے گھر پہنچ گیا۔ مقبول نے اسے کہا کہ "تمہیں میری طرف سے پیشگی مبارک ہو کہ تمہیں نوکری مل چکی ہے"۔

"کیسے؟" منیر حسین نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا"۔ مقبول نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

مقبول نے پھر چیلنج کے انداز میں زور سے کہا کہ "اگر تمہیں نوکری نہ ملی تو میرا گریبان اور تمہارا ہاتھ ہوگا"۔ اس کے ساتھ ہی مقبول اپنے ڈرائنگ روم سے اٹھا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں مٹھائی کی پلیٹ تھی۔ اس نے منیر حسین سے کہا کہ "میری طرف سے ابھی منہ میٹھا کر لو"۔ منیر حسین اس سے حیرت سے پوچھتا رہ گیا لیکن

مقبول نے نہ بتایا۔ وہ صرف یہ کہتا رہا کہ "ایک بہت بڑا راز ہے اور میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ ہاں جس دن تمہارا انٹرویو ہوگا' اس سے ایک دن قبل شام کو تم میرے پاس ضرور آنا۔ میں تمہیں ساری بات بالتفصیل بتا دوں گا"۔ اس کے بعد مقبول نے اسے زبردستی مٹھائی کھلا دی۔ مٹھائی کی لذت اور خوشبو اس کے دل میں اتر اتر کر اسے بتا رہی تھی کہ "تمہاری نوکری پکی ہو چکی۔ اب تم گھوڑے بیچ کر سو جاؤ"۔

اس بات کو تھوڑے ہی دن بیتے تھے کہ اسے انٹرویو کے لیے کال آ گئی اور وہ انٹرویو کی تاریخ کا یوں انتظار کرنے لگا' جیسے ماں سکول سے لیٹ ہوئے بچے کا انتظار کرتی ہے۔ خدا خدا کر کے وہ دن آیا' جس کی صبح اس کا انٹرویو تھا۔ وہ شام کو اپنے دوست مقبول کے گھر اس تیزی سے پہنچا' جیسے وہ F-16 ہو۔ اس نے مقبول کے گھر کی گھنٹی بجائی۔ مقبول مسکراتا ہوا باہر آیا اور اسے سینے سے لگا لیا۔ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ مقبول نے اس سے کہا:

"میرے پیارے دوست! میری گفتگو اس خاموشی سے سنو' جس طرح رات کا سناٹا ستاروں کی کتھا کو سنتا ہے اور میری گفتگو کا ایک ایک جملہ اپنے ذہن میں محفوظ کرتے جاؤ۔ کل جہاں تمہیں انٹرویو کے لیے جانا ہے' وہاں کا ڈائریکٹر' جس نے آدمی بھرتی کرنے ہیں' وہ قادیانی ہے۔ اس کا رنگ سیاہی مائل اور چہرے کے نقوش اس اس طرح کے ہیں۔ جب تم انٹرویو کے کمرے میں داخل ہونا تو سب سے پہلے میری بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق اس ڈائریکٹر کو پہچان لینا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک خوبصورت مسکراہٹ اس ڈائریکٹر کی طرف پھینکنا تاکہ وہ تمہاری جانب متوجہ ہو سکے۔ قادیانیوں کی ایک مخصوص نشانی ان کی ایک مخصوص انگوٹھی ہوتی ہے جس پر "الیس اللہ بکاف عبدہ" لکھا ہوتا ہے۔ تم وہ انگوٹھی ہاتھ میں پہن کر جانا۔ جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو تو جتنے سوالوں کے جواب آتے ہوں' دیتے جانا لیکن اپنی انگوٹھی ڈائریکٹر کے سامنے کر کے انگوٹھی کو گھماتے رہنا۔ انٹرویو کے بعد جب وہاں سے اٹھو گے تو پھر ایک لطیف سی مسکراہٹ ڈائریکٹر کی طرف پھینکنا۔۔۔۔ بس تمہاری نوکری پکی"۔

لیکن یار مقبول! میں یہ انگوٹھی کہاں سے لاؤں؟" منیر حسین نے پوچھا۔

"تو پیارے یہ کام بھی میں کر آیا ہوں"۔ مقبول نے انگوٹھی جیب سے نکال کر منیر حسین

کو دکھاتے ہوئے کہا۔

منیر حسین بہت خوش ہوا اور وہ مقبول کا زبردست شکریہ ادا کرتے ہوئے گھر کی طرف چل پڑا۔

گھر جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اندر سے دروازہ بند کر کے آئینہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنے عمل کی ریہرسل کرنے لگا۔ اس نے سب سے پہلے آئینہ میں دیکھتے ہوئے ایک مسکراہٹ پھینکی۔ گویا ڈائریکٹر آئینہ میں بیٹھا ہے۔ پھر وہ تصور میں ڈائریکٹر کے سامنے بیٹھا سوال و جواب کے ساتھ انگوٹھی گھمانے کی مشق کرتا رہا۔ کبھی وہ انٹرویو والے کمرے میں داخل ہونے کی ریہرسل کرتا' کبھی کمرے سے باہر نکلنے کی۔ کبھی مسکرانے کی اور کبھی انگوٹھی گھمانے کی اور پھر سارے کام کرنے کے بعد وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتا۔

آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ اس نے خوبصورت کپڑے پہنے اور انٹرویو کے لیے روانہ ہو گیا۔ دفتر میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہاں سینکڑوں امیدواروں کا اژدھام تھا۔ امیدواروں کا اتنا بڑا مجمع دیکھ کر وہ مایوس ہو گیا لیکن انگوٹھی کو دیکھ کر مسکرا پڑا۔ انٹرویو شروع ہوا تو وہ اپنی باری کا یوں انتظار کرنے لگا' جیسے ڈاکٹر کے کمرے سے باہر لائن میں لگے مریض اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں---

جب اس کی باری آئی تو اس کا نام پکارا گیا--- وہ پھرتی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سیدھی اس کی نظر ڈائریکٹر پر پڑی' جسے اس نے مقبول کی بتائی ہوئی نشانیوں کی مدد سے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ ڈائریکٹر کے ساتھ انٹرویو پینل میں دوسرے بھی افسران بیٹھے تھے۔ اس نے جاتے ہی ڈائریکٹر کی طرف ایک خوبصورت سی مسکراہٹ پھینکی۔ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جواب دینے سے قبل اس نے اپنا ہاتھ ڈائریکٹر کے عین سامنے رکھا اور ہاتھ کی انگلی ڈائریکٹر کے عین سامنے رکھتے ہوئے انگوٹھی کو گھمانا شروع کر دیا۔ ڈائریکٹر بار بار ترچھی نگاہوں سے انگوٹھی کو دیکھ رہا تھا۔ انٹرویو پینل میں شامل افسران میں سے ڈائریکٹر نے اس سے سب سے آسان سوال پوچھے۔ جب وہ سوال و جواب کی نشست سے فارغ ہو چکا تو باہر جاتے ہوئے اس نے ڈائریکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ جواباً ڈائریکٹر کی طرف سے بھی مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا تو اندر سینے میں بیٹھا دل پکار رہا تھا کہ "چل میاں منیر حسین! تیرا کام پکا ہوا"۔ وہ از حد خوش تھا کہ وہ اپنی مہم میں کامیاب رہا ہے اور اس نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

وہ روزانہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہو کر ڈاکیے کا یوں انتظار کرتا' جیسے مجنوں لیلیٰ کا انتظار کیا کرتا تھا۔ ایک سہ پہر ڈاکیا آیا اور خط پھینک کے چلا گیا لیکن وہ تو اس وقت خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ ڈاکیے کے آنے کا وقت گزر چکا ہے لیکن پھر بھی اس نے سوچا کہ چلو باہر دیکھ ہی لیتے ہیں۔ جونہی وہ باہر نکلنے لگا تو باہر والے دروازے کے پیچھے اس کو ایک لفافہ پڑا نظر آیا۔ وہ چیتے کی پھرتی سے لفافے پر جھپٹا۔ جب لفافہ کھولا تو خوشی سے اس کا دل دھک دھک کا میوزک بجانے لگا اور اس کی آنکھوں کی پتلیاں بریک ڈانس کرنے لگیں۔۔۔۔ وہ اسسٹنٹ بھرتی ہو چکا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا' اس لیے وہ بار بار لیٹر کو پڑھ رہا تھا۔

منیر حسین خوشی سے دوستوں اور محلے داروں میں مٹھائی تقسیم کر رہا تھا۔ محلے دار بھی حیران تھے کہ یہ فرہاد کیسے جوئے شیر لے آیا؟ مٹھائی بانٹنے کے بعد وہ بھاگم بھاگ اپنے دوست مقبول کے گھر گیا اور جاتے ہی اس کے گلے کا ہار بن گیا۔ دونوں نے کامیابی پر جی بھر کے قہقہے لگائے۔ اگلے دن منیر حسین اپنی ڈیوٹی پر حاضر تھا۔ اس کی کرسی میز اس کا انتظار کر رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ انتظار کی گھڑیوں کا خاتمہ کر کے کرسی پر جلوہ افروز تھا۔ جس دن وہ نوکری پر حاضر ہوا' یہ سال کا پہلا مہینہ تھا اور مہینے کی پہلی تاریخ تھی اور اس کا دفتر میں پہلا دن تھا۔ وہ ان اتفاقات پر بڑا حیران اور خوش تھا۔ جلد ہی وہ دفتر کے ماحول میں رچ بس گیا۔ ہنس مکھ اور مزاحیہ طبیعت ہونے کی وجہ سے چند دنوں میں دفتر میں اس کے سینکڑوں دوست بن چکے تھے۔

مہینے کے بعد جو پہلی تاریخ آئی تو وہ بہت پر مسرت تھا کہ آج اسے تنخواہ ملنی ہے۔ تقریباً بارہ بجے اس نے تنخواہ وصول کی اور نوٹوں کو اچھی طرح گن کے اس حفاظت سے شلوار کی اندر والی جیب میں رکھ لیا جیسے کوئی مصور اپنے شہپاروں کی حفاظت کرتا ہے۔ گھڑی نے ٹن کر کے ایک بجایا ہی تھا کہ مذکورہ بالا ڈائریکٹر کا چپڑاسی اس کے پاس آیا اور اسے کہا کہ آپ کو صاحب یاد کر رہے ہیں۔ اس نے اپنا لباس درست کیا' بالوں میں کنگھا کیا اور ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے ڈائریکٹر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ جواب میں ڈائریکٹر بھی خوب مسکرایا۔ ڈائریکٹر اپنی سیٹ سے اٹھا اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے سینے سے لگا لیا اور پھر اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ جھٹ کرسی پر براجمان ہو گیا۔

"نوکری کی مبارک ہو"۔ ڈائریکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سب کچھ آپ کی بدولت ہوا ہے"۔ منیر حسین نے جواب دیا۔
"پہلی تنخواہ مبارک ہو"۔
"آپ ہی تمام مبارک بادوں کے مستحق ہیں"۔
"دفتر میں دل لگ گیا؟"
"جی ہاں! سب بہت اچھے لوگ ہیں"۔
پھر ڈائریکٹر نے کہا:

"میں نے آپ کا تعارف اس دفتر میں تعینات اپنی جماعت کے لوگوں سے کرانا تھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے نہ کروا سکا۔ ہم جماعت کے تمام لوگ مہینے میں ایک دن کسی دوست کے گھر اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک زبردست میٹنگ کرتے ہیں، جس میں دفتر کی صورت حال پر تفصیلی غور کیا جاتا ہے۔ آپ کو بھی آئندہ میٹنگ میں ضرور بلائیں گے۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ اس دفتر میں ملازم اپنی جماعت کا ہر فرد اپنی تنخواہ کا ایک حصہ مختص کر کے بطور چندہ برائے جماعت مجھے دیتا ہے اور میں وہ ساری رقم اکٹھی کر کے ربوہ بھیج دیتا ہوں۔ خلیفہ صاحب میری کارکردگی سے بہت خوش ہیں اور میرے پاس ان کے تعریفی خطوط موجود ہیں"۔

پھر ڈائریکٹر نے مسکراتے ہوئے منیر حسین سے کہا:
"لائیے آپ بھی حضرت مسیح موعود کی جماعت کے لیے اپنا چندہ دیجیے"۔
"کون سے حضرت مسیح موعود؟" منیر حسین نے پوچھا۔
"بھئی حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب"۔ ڈائریکٹر نے کہا۔
"ہم اس جھوٹے نبی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔
"کیا کہا آپ نے!"۔
"درست کہا میں نے"۔
"کیا آپ ہوش میں ہیں؟"
"جی ہاں! میں ہوش میں ہوں اور ایمان کی بہترین حالت میں ہوں"۔
"کیا آپ قادیانی نہیں ہیں؟"
"میں قادیانیوں پر لعنت بھیجتا ہوں"۔
"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے"۔

"تم نے اللہ ' رسول' قرآن اور ملت اسلامیہ کے ساتھ دھوکا کیا ہے"۔

"میں ابھی تمہارا بندوبست کرتا ہوں"۔

"تم میرا بندوبست کیا کرو گے۔ اب تمہارا بندوبست میں کروں گا"۔

جوش میں آیا ہوا منیر حسین اپنی گرج دار آواز میں کہنے لگا:

"میں اس ادارے میں تمہاری سازشوں کو طشت از بام کروں گا--- تمہارے چہروں کو بے نقاب کروں گا--- تمہارے پوشیدہ جرائم کو ننگا کروں گا--- اس ادارے میں پھیلائے ہوئے تمہارے جال کے ایک ایک دھاگے کو توڑ دوں گا--- یہ ملک ہمارا ہے--- اسے ہمارے اسلاف نے آگ و خون کا سمندر عبور کر کے حاصل کیا تھا--- اس کی فضاؤں میں ہمارے شہیدوں کے خون کی خوشبو رچی بسی ہے--- یہ ملک ہمارے آقا جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر بنا تھا--- اس ملک کے ہم وارث ہیں---اس کے سارے وسائل ہمارے لیے ہیں--- تم ملت اسلامیہ کے غدار ہو--- تم انگریزوں کے ٹاؤٹ ہو--- تم امریکہ کے جاسوس ہو--- تم بھارت کے کارندے ہو--- تم اسرائیل کے ایجنٹ ہو--- تم برطانیہ کی پیداوار ہو--- تم نے ایک گھناؤنی سازش کے تحت اس ملک کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کیا--- اس کے بعد اپنی قوم کے رذیل افراد کو مختلف اداروں میں بھرتے رہے اور پھر پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھتے رہے--- میں اس دفتر میں تمہاری آنکھوں میں کانٹا اور دل میں انگارہ بن کے رہوں گا"۔

پھر منیر حسین غصہ میں بولتا ہوا جوتے تڑاخ تڑاخ زمین پر مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا--- اور ڈائریکٹر یوں محسوس کر رہا تھا کہ یہ جوتے تڑاخ تڑاخ اس کے سر پر پڑ رہے ہیں---!!!